اہلبیتِ رسول

اور

تحقیق آلِ محمدؐ

عزیر احمد صدیقی

مکتبہ جاء الحق کراچی ۱۸

سال ۱۴۰۳ھ تعداد ۱۰۰۰ قیمت ۳/=

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ بیت یا پنج تن؟

ایک کتاب موسومہ معلومات جعفریہ اتحاد بین المسلمین کے جذبہ سے آج کے علمی اور عقلی دور میں پاکستان کے مسلمانوں کے لئے شایع کی گئی ہے اس کا دعویٰ ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں کے لئے قابل قبول ہوگی۔ کیونکہ اس میں تبرّیٰ وتقیہ (جھوٹ اور گالی) سے زیادہ تولّا (شخصیت پرستی)، پر زور دیا گیا ہے، مثلاً:۔ اپنے پنج تن پاک کے بارے میں لکھا ہے:

اہل بیت رسول وہ مقدس ہستیاں ہیں جو پاک طاہر و معصوم من اللہ ہیں۔ ان ذوات مقدسہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۔ حضرت علی علیہ السلام
۳۔ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
۴۔ حضرت حسن
۵۔ حضرت امام حسین علیہ السلام

انہی ذوات مقدسہ کو پنجتن پاک بھی کہا جاتا ہے ص۲۵۲۔

پڑھے لکھے سُنی کو اس پر اعتراض ہو

(۱) ہمارے رسول مقبولؐ کے نام کے آگے مصطفٰےؐ کیوں لکھا، رسول اللہ کیوں نہیں لکھتے۔ کیا اُن کی رسالت کا اظہار ضروری نہیں۔

(۲) حضرت علی کو علیہ السلام کیوں لکھا جاتا ہے، کیا وہ رسول تھے ان کو رضی اللہ عنہ یا کرم اللہ وجہہ کیوں نہیں لکھا۔

(۳) حضرت فاطمہ کے آگے سلام اللہ علیہا لکھا ہے تو کیا خدا ان کو سلام کرتا ہے، اس کا جواز کیا ہے؟

(۴) حضرت حسن کے آگے پیچھے امام۔ اور علیہ السلام کیوں نہیں۔

(۵) حسین کا نام احترام سے لکھا ہے۔ کیا یہ حسن سے افضل تھے۔

مگر صاحب یہ تو تعصب کی باتیں ہیں۔ کتاب کا مقصد شیعہ سُنی اتحاد ہے گو یہ اتحاد۔ توحید پر نہیں صرف پنجتن پاک پرستی پر ہو سکتا ہے۔ جیسے صدیوں پہلے عہد عباسیہ میں کوفہ و بغداد میں تھا۔ اس دَور کے سنّی اپنی کتابوں میں لکھتے تھے:

قالت اُم سلمہ۔ لما نزلت۔ دعا النبی فاطمہ وعلیًا والحسن و الحسین فجلیھم بکساء فقال اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی (فتح الباری شرح بخاری و ترمذی شریف)

ترجمہ:۔ اُم سلمہ نے کہا۔ جب آیت تطہیر نازل ہوئی، نبی نے فاطمہ، علی اور حسن و حسین کو اپنی چادر (کملی) میں بلایا اور فرمایا، یہ ہیں میرے اہل بیت (بیوی بچے)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہمارے سلف صالحین میں شیعہ اور سُنی دونوں فرقے پنجتن پاک کے تقدس پر متفق تھے۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ شیعہ اپنی مشاہیر پرست ذہنیت کی وجہ سے ان ناموں کے آگے پیچھے اپنی پسند کے القاب و خطابات لگا دیتے تھے۔ اور سُنی صرف نام لکھتے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نبی لکھ دیتے تھے۔ ممکن ہے یہ صحیح ہو۔ کیونکہ ضرورت سے زیادہ خطابات اور القاب لگانا، غلامانہ اور مشرکانہ ذہنیت کی علامت ہے۔ آزاد قومیں انسان کو انسان ہی رکھتی ہیں۔ خدا نہیں بناتیں۔ اور غلام قومیں جانوروں کو بھی خدا بنا لیتی ہیں، جیسے ہندو گائے، بندر سانپ اور شیر کو خدا سمجھتے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ آزادی کے بعد ہمارے مسلمان بھائی سوچنے اور سمجھنے لگے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ اہل بیت رسول میں صرف پانچ ذوات مقدسہ کیوں اہم ہو گئیں، کیا سیدہ خدیجہؓ یعنی فاطمہ کی والدہ محترمہ اہل بیت اطہار میں شامل ہونے کے لائق نہیں۔

۲۔ حضرت فاطمہ کی دوسری تین بہنیں، سیدہ زینب، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور چار بھائی، قاسم، طاہر، طیب اور عبداللہ ذوات مقدسہ میں کیوں شمار نہیں ہوتے۔

۳۔ حضرت حسین کی سگی بہنیں سیدہ زینب اور ام کلثوم جو سیدہ فاطمہ کے بطن سے تھیں، اس چادر یا کملی میں آنے سے کیوں رو کی گئیں۔

۴۔ رسول اللہ کی ازواج مطہرات جن کی پاکی اور طہارت پر قرآن گواہ ہے، جن کی عظمت اور حرمت کے لئے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو حکم ہے کہ اپنی ماؤں سے زیادہ اُن کی تعظیم اور احترام کرو۔

وازواجہٗ امھتھم

تو ان مقدس و محترم ہستیوں کو اہل بیت رسول میں کیوں شمار نہیں کیا

حضورؐ کی ازواج مطہرات میں جرامت کی مائیں ہیں۔ بھلا سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ اُم حبیبہ یعنی ابوبکر، عمر اور ابوسفیان رضوان اللہ علیہم کی بیٹیوں کو اس چادر میں کیسے آنے دیتے۔

قرآن حکیم بتلاتا ہے کہ نوحؑ کی قوم بھی اپنے پانچ بزرگوں کو پوجتی تھی۔ جب اُن کو توحید کی دعوت دی گئی تو وہ خفا ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے لاتذرن الٰهتكم ۔ ولاتذرن ودًّا ولاسواعًا ولايغوث ويعوق ونسرا۔ (نوح ۲۳)

ترجمہ:۔ اپنے بزرگوں (دیوتاؤں) کو نہ چھوڑنا۔ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر (ہمارے پنجتن ہیں) ان کو پوجنا ترک نہ کرنا۔"

پنجتن پاک کا تصور اسلامی ہے یا نہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان میں اسلام سے پہلے رام چندر جی اور اُن کے اہل بیت، سیتا، لچھمن، لو اور کش پنجتن کہلاتے تھے۔ چنانچہ اکثر ہندو خاندان جو مسلمان ہوئے اسی پنجتن کی کشش سے ہوئے۔

نفاق کی جڑ آل رسول اور آل محمد کے معاملے میں مسلمانوں کے سب فرقے کبھی متفق و متحد نہ ہو سکے۔ آج بھی لوگ جانتے ہیں کہ اصلی اہل بیت رسول کون ہیں اور جعلی آل محمدؐ کون بنے بیٹھے ہیں۔ پھر ان کی تعداد پر بھی اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ:۔

۱۔ جو لوگ قبل اسلام پانچ دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ انہیں صرف پانچ اسلامی نام درکار تھے۔ انہیں پنجتن پاک فراہم کئے گئے۔

۲۔ جو لوگ سات دیوتاؤں کے پرستار تھے۔ انہیں سات اماموں کے نام بتائے گئے، یہ سباعیہ کہلاتے ہیں۔ یہ شام و مصر میں ہیں۔

۳۔ جو بابل کے بارہ دیوتاؤں کو مانتے تھے جن کی تصویریں آپ کی جنتری پر چھپتی رہیں۔ اُن کے لئے بارہ امام مقرر ہوئے ان کا نشان ۱۲ امشہ ہے۔

۴۔ جو چودہ ستارے (نچھتر) پوجتے تھے (صابئین) اُن سے کہا گیا کہ بارہ اماموں میں فاطمہ اور محمد کو ملا کر تم اپنے چودہ معصوم پورے کر لو۔

۵۔ جو لوگ گرو چیلے (پیر مرید) کے سلسلے پوجتے آئے تھے۔ اُن سے کہا گیا کہ تم اپنے اماموں کی نسل جاری رکھو۔ مُردہ اماموں کی جگہ زندہ امام بھی پوجو چنانچہ اسماعیلی باطنی حاضر امام کو پوجتے ہیں اور یہ امام انگریز عورتیں فراہم کر دیتی ہیں۔

اس طرح مسلمانوں میں فرقے پیدا ہوتے چلے گئے۔ آج اُن سب اماموں، پیروں، بزرگوں اور ذواتِ مقدسہ کو شمار کیجئے تو مسلمانوں کے پاس عہد جاہلیہ کے ۳۶۰ دیوتاؤں سے کہیں زیادہ تعداد خداؤں اور خواجوں کی نکلے گی۔ مگر یہ سب اسلامی ہیں۔ بعض مسجدوں میں جائیے تو طغرے ملیں گے (یا اللہ) (یا محمد) (یا علی) (یا فاطمہ) (یا حسن) (یا حسین) آپ سمجھیں گے یہاں ایک کی جگہ چھ ذوات مقدسہ کی پرستش ہوتی ہے۔ مگر نہیں وہاں عبادت صرف اللہ کی ہوتی ہے۔ یہ نام تو صرف خدائی اہل بیت کے ہیں جو برکت کے لئے سجائے گئے ہیں، جیسے گرجوں میں بی بی مریم حضرت عیسیٰ اور ان کے آبا میاں کے مجسمے سجائے جاتے ہیں۔ اسی گمراہی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح کر دیا تھا ماکان محمد ابا احدٍ من رجالکم یعنی محمدؐ کو اولاد نرینہ اس لئے نہیں دی گئی کہ تم اُن کی نسل کو پوجنا نہ شروع کر دو۔ تو ہمارے مجوسی بزرگوں نے وہ نسل ان کی ایک بیٹی فاطمہؓ سے جاری کر دی پھر کمال یہ کیا کہ خود بھی آل محمد بن بیٹھے۔ ایران سے جو بھی پیر فقیر، درویش بزرگ قلندر یا مجذوب آیا وہ آل محمد ہونے کا دعویدار تھا۔ لیکن اس میں بھی ایک راز ہے جو مسلمانوں کو معلوم

نہ ہوسکا۔ یہ لوگ خود کو آلِ رسول نہیں کہتے، بلکہ آلِ محمد کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیعوں کے ہر فرقے کا محمد جدا ہے۔

۱۔ شیعہ امامیہ۔ محمد بن حسن عسکری کو امام العصر۔ امام غائب اور امام قائم کہتے ہیں اور انہی کی نسبت سے آلِ محمد بنتے ہیں۔

۲۔ شیعہ اسمٰعیلیہ۔ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کو امام اول قائم القیامہ اور ظہور کا امام کہتے ہیں اور خود کو ان کی ذریت بتاتے ہیں

۳۔ شیعہ دروزیہ یا ذکری۔ محمد بن حنیفہ کو اپنا امام غائب مانتے ہیں۔ کہتے ہیں رہ بادلوں میں چھپے ہیں۔ ایک دن ظاہر ہوں گے اور حکومت حاصل کریں گے۔ اسی لئے لبنان میں یہ مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں اور بابان بازو مشہور ہیں، لیکن اسلام میں نہ بائیں بازو کا جواز ہے نہ دائیں بازو کا۔ اور جہاں تک ذواتِ مقدسہ کا تعلق ہے تو اس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اسلام تو صرف ایک ذاتِ اقدس واعلیٰ کی پرستش کا حکم دیتا ہے یعنی اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو

آلِ محمدؐ ابتداً میں رسول اللہ نے سیدنا زید بن حارثہ اپنے مولا کو اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا۔ مگر سورۂ احزاب میں حکم ہوا کہ منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپ کے ناموں سے پکارو۔ تو اُن سے بھی نسل جاری رکھنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اب ہم جو آلِ محمدؐ اور آلِ رسولؐ کے چرچے سنتے ہیں۔ یہ اسلام پر یہودی نوازش ہے کہ صرف ایک بیٹی سیّدہ فاطمہ کی ہاشمی اولاد آلِ محمد ہے۔ اور سیدہ زینب و سیدہ رقیہ کی اولاد جو درحقیقتِ سادات بنو امیہ تھے۔ آلِ محمد نہ بن سکے۔ وہ گمنام کر دیئے گئے پیغمبروں کے ذکر میں صرف یعقوبؑ کے ساتھ اسباط کا لاحقہ لگایا ہے عربی میں پوتے کو۔ حفد۔ جمع احفاد کہتے ہیں اور نواسے کو سبط جمع اسباط۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہودی عبداللہ بن سبا نے حضرت علی کو اپنی اہمیت بڑھانے کے لئے اسباط کا سہارا لینا سکھا دیا۔ اس طرح اسلام کو بھی دو اسباط مل گئے۔

اہل بیت علی کرم اللہ وجہہ

کے متعلق تفصیلات بھی ہماری کتب روایات وتاریخ میں بکھری پڑی ہیں جن کے مطابق آپ کی تین درجن اولاد اور ایک درجن ازواج اور کنیزیں تھیں جن میں سے فلسفۂ اہل بیت کی رُو سے صرف تین افراد مقدس شمار ہوئے پھر حضرت حسین کی کنیز شہر بانو کی نسل سے ۹ امام پیدا ہوئے چونکہ یہ ایرانی بادشاہ یزدگرد کے اسباط تھے شاہی اہل بیت قرار پائے بلکہ خود حسین بھی اسی رشتے سے شاہ وبادشاہ بن گئے۔

نام زوجہ	بیٹے	بیٹیاں
۱۔ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہؐ	حسنؑ حسینؑ	اُم کلثوم۔ زینب
۲۔ سیدہ امامہ بنت زینبؓ ابوالعاص	محمد اوسط	.
۳۔ سیدہؓ اسما بنت عمیس بیوہ جعفر طیارؓ	عون ویحیٰی	.
۴۔ لیلیٰ بنت مسعود تمیمی	عبیداللہ، ابوبکر، عبداللہ	.
۵۔ ام البنین خواہر شمر بن جوشن	عمر، عباس، جعفر، عثمان	.
۶۔ خولہ بنت جعفر	محمد بن حنفیہ	.
۷۔ ام سعید بنت عروہ	.	رملہ، ام الحسن
۸۔ ام جیبہ بنت عروہ	عمر، اصغر	رقیہ
۹۔ عمیاۃ بنت امراء القیس	.	حارثہ

ان کے علاوہ حسب ذیل بیٹیوں کی ماؤں کے نام مشخص نہ ہوسکے

اُم ہانی، میمونہ، زینب، صغرا، رملہ صغرا، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، حمانہ، نفیسہ، اُم جعفر، یہ کل اٹھارہ بیٹیاں، ۱۶ بیٹے مشہور ہیں (بحوالہ طبری ج ۶ نمبر ۸۹)

بچپن کے اہل بیت

عبدالمطلب بڑھاپے کی وجہ سے اپنے سب سے مالدار بیٹے زبیر کے ساتھ رہتے تھے۔ یوں تو عبدالمطلب کے چار بیویوں سے دس بیٹے تھے جن میں عباس و حمزہ تو اتنے چھوٹے تھے کہ وہ رسول اللہ سے صرف چار اور دو سال بڑے تھے۔ بڑے بیٹوں میں زبیر ہی خوشحال تھے اور اپنے اہل خاندان کو سمیٹنے اور ساتھ رکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

عبدالمطلب نے زبیر کو سربراہ خاندان اور قبیلہ بنو ہاشم کا سردار مقرر کر دیا تھا زبیر کا پیشہ تجارت تھا۔ یہ شام یمن مصر اور حبشہ تک مال تجارت لے کر جاتے تھے۔

زبیر کی بیوی سیدہ عاتکہ بنت ابو وہب بن عمرو مخزومیہ۔ بڑی نیکدل حوصلہ مند اور کنبہ پرور خاتون تھیں۔ اُن کے آٹھ بچے تھے۔ جب اُن کے دیور کا یتیم بچہ "محمدؐ" رہنے آیا تو اُسی عالمگیر مادری محبت سے جس سے وہ اپنے بچے پالتی تھیں، اپنے ساس سسر اور چھوٹے دیوروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں اسے بھی سینے سے لگا لیا۔ اور چاؤ پیار سے پالنے لگیں۔

رسول اللہ سیدہ عاتکہ کو اُمّی (میری ماں) پکارتے تھے اور زمانۂ اسلام میں بھی ان کا ذکر خیر فرماتے تھے اور ان کے بچوں کو عمر بھر میری ماں کے بیٹے یا بیٹی کہہ کر بلاتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے اسلام کی خاطر جہاد کیے اور شہادت کا مرتبہ پایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً بیس سال کی عمر تک اپنے تایا زبیر کے گھر میں عباس و حمزہ اور زبیر کے بچوں کے ساتھ پرورش پائی۔

رسولؐ کی پرورش کے بارے میں تاریخ میں موجود ہے۔ وروای بعضھم ان زبیر کفل النبی حتی مات (ترجمہ:۔ "زبیر نے نبی کی کفالت کی جب تک زندہ رہے۔) (حقایق زندگانی اُمّ ہانی انساب الاشراف بلاذری)

مگر مجوسی مورخین نے اسے چھپا دیا ہے اور روایات بنائی ہیں کہ ابو طالب نے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا اور اپنے پاس سلایا اور جب بڑے ہوئے تو اُن سے بکریاں چروائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خرافات کو پہلے ہی جھٹلا دیا تھا۔

الم یجدک یتیماً فاوی

یعنی جب تم یتیم ہوئے تو تمہیں ایک خوشحال گھرانے میں پہنچا دیا، تاکہ چین آرام سے پالے جاؤ۔ اور وہ خوشحال گھرانا زبیر بن عبد المطلب کا تھا نہ کہ مفلس و معذور چچا ابوطالب کا۔[۱]

اس طرح آپ کے بچپن کے اہل بیت دادا، دادی، تایا زبیر، بڑی ماں عاتکہ چار بھائی چار بہنیں اور دو چچا حضرت عباس اور حمزہ تھے۔ حضرت حمزہ کو رسول اللہ سے خاص انس تھا۔ یہ دونوں دوست کی طرح ایک دوسرے پر جان چھڑکنے کو تیار رہتے تھے۔ دونوں نے حلیمہ کا دودھ پیا تھا اور دودھ شریکے بھائی تھے۔

آپؐ کی تربیت | قرآن نے اس کی بھی صراحت کر دی ہے۔ ووجدک ضالاً فھدی۔ جب تم کچھ نہ جانتے تھے تمہیں ذریعہ معاش سکھانے کے لئے ایک مشفق رہنما دے دیا۔)

اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ زبیر اپنا مال تجارت لے کر عراق مصر و شام یمن اور حبشہ جاتے تھے۔ تاجروں کا قاعدہ ہے کہ اپنے بچوں کو کم عمری ہی سے اصول تجارت اور حساب کتاب سکھانے کے لئے اپنے ساتھ لگا لیتے ہیں چنانچہ زبیر اپنے بھائی حمزہ اور بھتیجے محمد کو اپنے ساتھ لے جاتے اور زندگی کی اونچ نیچ

سکھاتے تھے۔ رسول اللہؐ نے دس بارہ سال زبیر کے ساتھ گھوم پھر کر کام سیکھ لیا
اور تایا کے انتقال کے بعد خود کاروبار شروع کر دیا۔ آپ قافلے کے ساتھ
جاتے اور ایک جگہ کا مال دوسری جگہ لے جا کر فروخت کر دیتے۔ اس لئے آپ کو
ا۔ ا۔ حبشہ یمن اور شام تک جانا پڑتا۔ (ام ہانی از محمود احمد عباسی)

جوانی کے اہل بیت | جب آپ ۲۳-۲۴ سال کے ہو گئے تو اپنا گھر
بسانے کی فکر ہوئی۔ سوچا اپنے معذور چچا کی بیٹی سے شادی کر لیں تو ان کا بھی
کچھ بار ہلکا ہو۔

مگر ابو طالب کے دل میں یتیم بھتیجے کا کوئی احترام نہ تھا۔ اُس نے
کہا تمہارے پاس رہنے کو گھر نہیں ہے۔ اور اپنی بیٹی فاختہ (اُم ہانی) کا نکاح
ہبیرہ مخزومی سے کر دیا۔ رسول اللہ کو صدمہ ہوا۔

آپ کے جان نثار دوست اور چچا سیدنا حمزہ کو پتہ چلا تو تجویز پیش کی کہ
تم خدیجہؓ خویلد سے نکاح کر لو۔

خدیجہ۔ عتیق بن عائذ مخزومی کی بیوہ تھیں جو ایک خوشحال تاجر تھے۔ وہ
ایک مکان دو بچے اور کچھ اثاثہ چھوڑ کر نوجوان فوت ہو گئے تھے۔

سیدہ خدیجہ نسب اور شرافت میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ سنجیدہ خوش
اخلاق اور خدمت گذار ہونے کے علاوہ قبول صورت اور جوان بھی تھیں۔ اکثر اشراف
مکہ اُن سے شادی کے خواہش مند بھی تھے۔ لیکن وہ اپنے چھوٹے بچوں کی وجہ سے
عقد ثانی سے ڈرتی تھیں کہ سوتیلا باپ یتیموں کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے
لیکن جب رسول کے چچا حمزہ اور پھوپھی صفیہ پیام لے کر گئے تو راضی ہو گئیں۔ صفیہ
خدیجہ کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ یعنی اپنی سگی نند کو اپنے بھتیجے کا

م دینے آئی تھیں۔ خدیجہ جانتی تھیں کہ رسول اللہ بچوں سے محبت کرتے ہیں اور خود یتیمی کا داغ جھیلے ہوئے ہیں۔ وہ اُن کے یتیم بچوں کو ضرور پالیں گے

سیّدہ خدیجہ کی عمر کے بارے میں مجوسی مورخین نے جھوٹ سچ لکھا ہے کہ وہ چالیس سال کی ہو چکی تھیں۔ پھر مسلمانوں نے کبھی نہ سوچا کہ چالیس سالہ خاتون سے شادی کے بعد مسلسل پندرہ سال تک سات آٹھ بچے کیسے ہو سکتے ہیں۔ جبکہ عورت میں تولیدی صلاحیت چالیس سال کے بعد باقی نہیں رہتی۔ روافض اس پر اصرار اس لئے کرتے ہیں کہ صرف فاطمہ کو اہل بیت بتائیں اور باقی کو نظر انداز کر دیں

تاریخ سے ثابت ہے کہ اگلے پندرہ سال میں دو دو سال کے وقفے سے آپ کے آٹھ اولادیں ہوئیں جبھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ووجدک عائلا فاغنی

یعنی جب تمہیں گھر بسانے کی ضرورت ہوئی تو ہم نے خوشحال کر دیا۔ گویا یہ شادی ایک خاص رحمت باری تعالیٰ تھا۔ تو کیا چالیس سال کی بوڑھی بیوی دے کر اللہ تعالیٰ نے احسان جتایا نعوذ باللہ

اسی طرح سیّدہ خدیجہ کی دولت کا غلط چرچا کیا گیا ہے کہ بہت مالدار تھیں۔ گویا ان کے پاس قارون کا خزانہ تھا۔ یا وہ کسی سپر مارکیٹ کی مالک تھیں۔ یہ باتیں رسول اللہ کو بدنام کرنے کے لئے لکھی ہیں کہ وہ بیوی کی دولت پر عیش کرتے رہے۔ حضور کا پیشہ تجارت تھا۔ وہ شادی کے بعد بھی بنا کاروبار کرتے رہے۔ سیّدہ خدیجہ شادی کے وقت ۲۴۔۲۵ سال سے زیادہ نہ تھیں۔ ممکن ہے عمر میں حضور سے دو چار برس بڑی ہوں جبھی تو حضور کے چچا اور پھوپھی نے بڑے چاؤ سے یہ نکاح کروایا اور اللہ تعالیٰ نے اسے سراہا

اور فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہیں بیت اور اہل بیت دونوں دیئے کہ پھر کوئی کافر چچا طعنہ نہ دے کہ تمہارے پاس رہنے کو اپنا گھر نہیں ہے۔

آلِ محمدؐ حضور کی متاہل زندگی کے پہلے پندرہ سال کامیاب ازدواجی زندگی کا ایک مکمل نمونہ تھے۔ ان پندرہ برسوں میں آپ کو دنیا کی تمام نعمتیں جن کی کوئی تمنا کر سکتا ہے، حاصل ہوگئیں۔ مثلاً رہنے کے لئے گھر، رفاقت کے لئے وفاشعار اور تابعدار بیوی، گھر کی رونق کے لئے بہت سے بچے۔ معاشرت کے لئے کئی جان نثار دوست۔ خدمت کے لئے ملازم، سواری کے لئے اپنے زمانے کی بہترین سواری اور ذریعہ معاش کے لئے ایک منفعت بخش اور ذی عزت پیشہ تجارت جس سے معاشرے میں اعتبار و وقار اور احترام حاصل تھا۔ آپؐ کی قوم آپؐ کو امین پکارتی تھی اور آپ پر بھروسہ کرتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ انا اعطینٰک الکوثر

"ہم نے جو کچھ دیا، افراط دیا اور خوب دیا ہے۔"

آپ کو بچوں سے بے حد انس تھا۔ نہ صرف اپنے بچوں سے پیار کرتے بلکہ دوسروں کے بچوں سے بھی شفقت سے پیش آتے۔ خاص کر یتیم بچوں سے آپؐ کی ہمدردی تو مشہور ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیدیا کہ

فاما الیتیم فلا تقھر ۔ "یتیموں کو کبھی مت ڈانٹنا۔"

چنانچہ مشہور ہے کہ زید بن حارثہ کو سیدہ خدیجہ نے خریدا اور حضور کی خدمت کے لئے دے دیا۔ آپ زید کو اپنے ساتھ تجارتی سفر پر لے جاتے۔ زید آپ کے حسنِ سلوک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب اُن کے والد لینے آئے تو انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ حضور نے ان کو آزاد کر دیا تھا

اور اجازت دیدی تھی کہ جہاں چاہیں جائیں۔ نوکروں پر شفقت کا یہ حال تھا۔

آپ کے سوتیلے بچے ہالہ اور ہند بھی آپکے حسنِ سلوک کے مداح تھے۔ ہالہ تو رسول اللہ کو بچاتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور ہند کی شادی ہوئی تو محبت اور احسان مندی کے اعتراف میں انہوں نے اپنے پہلے بچے کا نام بجائے اصل نانا عتیق کے آپ کے نام پر محمد رکھا اور خود کو اُم محمد کہلانا پسند کیا۔

پھر سیدہ خدیجہ سے آپ کی اپنی آٹھ اولادیں ہوئیں۔ لڑکے: قاسم طاہر۔ طیب اور عبداللہ۔ لڑکیاں، زینب، رقیہ، فاطمہ اور ام کلثوم۔ لڑکے مشیت الٰہی سے زندہ نہ رہے، البتہ لڑکیوں نے اپنے والد کی کامران زندگی کا مشاہدہ کیا۔ روافض ان تینوں لڑکیوں کے نام چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کیونکہ یہ تینوں بنو امیہ میں بیاہی گئی تھیں۔ انھیں پنجتن کے جو کھٹے میں فٹ کیا جاتا تو یہ آٹھ گوشی ہو جاتا۔ یعنی ہشت تن جوان کو پسند نہیں۔ اسی دوران حضرت علی کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ سوتیلی ماں طالب اور عقیل کو تو کچھ نہ کہہ سکتی تھیں مگر چھوٹے بچوں جعفر اور علی کو کھانا نہ دیتی تھیں۔ ابو طالب نے رسول اللہ سے مدد طلب کی تو حضور نے علی کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اور جعفر کو حضرت عباس کے سپرد کر دیا۔ اس طرح اعلان نبوت سے پہلے آپ کے اہل بیت میں حسب ذیل ذواتِ مقدسہ تھیں۔

سیدہ خدیجہ، ہالہ بن عتیق، ہند بنت عتیق، سوتیلے بیٹا۔ بیٹی، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ اُمّ کلثوم حقیقی بیٹیاں، حضرت علی چچیرے بھائی، حضرت زید بن حارثہ منہ بولے بیٹے اور ان کی زوجہ سیدہ اُم ایمن یعنی دس افراد آپ کے زیر پرورش تھے۔

بیٹوں کی شادیاں ہوگئیں وہ اپنے گھر چلی گئیں۔ سیدہ زینب کا نکاح ان کے ماموں زاد بھائی ابوالعاص سے ہوگیا اور سیدہ رقیہ کا نکاح سیدنا عثمان غنی سے ہوگیا، تب بھی مذکورہ چھ بزرگ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت میں موجود تھے

آپ کا ذریعہ معاش مجوسی مورخوں نے حضور کی زندگی کے اس پہلو کو بالکل چھپا دیا ہے حالانکہ یہی سب سے زیادہ اہم شعبۂ حیات تھا جس پر اسوۂ حسنہ کی تعمیر ہوئی تھی۔ یعنی قبل نبوت ہی قوم نے آپ کو امین کا خطاب دیا تھا۔ اور خطاب ہر کس و ناکس کو نہیں ملتا۔

رسول اللہ نے تجارت کا کاروبار اپنے تایا زبیر سے سیکھا مگر اپنی دیانت داری اور ایمانداری سے اس میں چار چاند لگا دیئے۔ آپ شام عراق بصرہ یمن اور حبشہ تک اپنا سامان تجارت لے جاتے۔ ایک جگہ مال خریدتے اور دوسری جگہ لے جا کر فروخت کر دیتے۔ اس طرح آپ کی امانت کا چرچا بیرون ملک بھی پھیل چکا تھا روایت ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی آپ سے ذاتی طور پر واقف تھا۔ تجارت کا اصول ہے کہ دیانتدار تاجروں کو لوگ اپنا مال اُدھار دیتے ہیں اور فروخت ہونے پر اپنی رقم وصول کر لیتے ہیں۔ آج تک بھی کارخانے دار اپنا لاکھوں کا مال دیانتدار دوکانداروں کی ساکھ پر دیدیتے ہیں جسے فروخت کر کے وہ رقم ادا کر دیتے ہیں اور منافع خود رکھ لیتے ہیں۔ یہی طریقہ اس وقت بھی رائج تھا۔ چنانچہ ہجرت کے وقت آپ کے پاس جو امانتیں باقی تھیں، اسی سلسلے کی تھیں، جن کی ادائیگی زید بن حارثہ نے کی۔

رسول اللہ نے جس طرح تجارتی تربیت اپنے تایا زبیر کے ساتھ ملک ملک گھوم کر حاصل کی تھی۔ جب اپنا کاروبار سنبھالا تو اپنے مولا (آزاد کردہ غلام) زید

بن حارثہ کو ساتھ رکھنے لگے۔ کیونکہ سامان تجارت باندھنا، اونٹوں پر لادنا اور پھر کاروانوں کے ساتھ چلنا جس پر راستے میں ڈاکوؤں اور چوروں کے حملے کا بھی خطرہ رہتا تھا۔ کوئی تاجر تنہا سفر نہ کر سکتا تھا۔

جب کاروبار میں ترقی ہوئی تو آپ ایک اور غلام ابو رافع کو بھی ساتھ لے جانے لگے اور جب اس پر اعتماد ہو گیا تو اسے بھی مولا بنا لیا (آزاد کر دیا)۔ ابو رافع نے بھی زید کی طرح آپ کی خدمت میں زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس طرح پندرہ سال گزر گئے۔ حضور کی عمر چالیس سال ہو گئی تو ان دونوں مولاؤں نے اصرار کیا کہ اب آپ آرام کریں، ہم آپ کا کاروبار سنبھالیں گے۔ چالیس سال کے بعد انسان کو ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے بیٹے کام سنبھالیں اور وہ کچھ آرام کرے۔ اللہ نے حضور کو بیٹوں کا نعم البدل دو دیانتدار اور وفادار مولا دیئے تھے۔ اور آپ نے ان کا مشورہ قبول کر لیا۔

اہم ذمہ داری دنیا دار العمل ہے۔ یہاں کام ختم نہیں ہوتا۔ دنیا کا کام ختم ہوتا ہے تو آخرت کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون فطرت یہی ہے کہ فرماتا ہے ؎ حتیٰ اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک (احقاف ۱۵) یعنی جب انسان اچھی طرح بالغ ہو جاتا ہے اور چالیس سال کا ہوتا ہے تو کہتا ہے اے پالنے والے مجھے توفیق دے تیرے احسانوں اور تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں۔

پس چنانچہ وقت آگیا کہ وہ عظیم ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر ڈال دی جائے جس کے لئے آپ تیار کئے گئے تھے۔

فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب۔ دنیا کے کام سے فارغ ہوئے اب اللہ کا کام کرو۔ ایک رات آپ جلد کھاپی کر سو رہے اور مالک کا ایلچی آگیا۔ اس نے نیند سے بیدار کیا اور فرمان الٰہی سنایا (۱) یا ایھا المزمل۔ قم اللیل الا قلیلا۔ اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے رات کو کچھ دیر جاگا بھی کرو۔ (۵) انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ ہم تم پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالنے والے ہیں، وہ یہ کہ (۸) واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔ اپنے رب کے نام کا چرچا کرو اور اسی میں لگ جاؤ (۹) رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو وہ مشرق و مغرب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ فاتخذہ وکیلا (مزمل) پس اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

کام کی اہمیت یہ کتنی بڑی ذمہ داری تھی۔ اور کتنا مشکل کام تھا۔ سمجھنا مشکل نہیں کسی خانقاہ مقبرے یا امام باڑے میں چلے جایئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو قبروں علموں تعزیوں کو سجدہ کرنے سے روکئے اور کہئے کہ بھائیو! تم اللہ کے بندے ہو تو اللہ کو پوجو۔ ان مردوں کی اینٹ یا پتھر کی نشانیوں اور لکڑی کے ڈھانچوں سے تمہیں کیا

ملے گا، ان کو سجدہ کیوں کرتے ہو، اور دیکھیے آپ کے مسلمان بھائی آپ کا کیا حشر کرتے ہیں۔ اور یہ بیسویں صدی کے علمی اور عقلی دور کا حال ہے تو چودہ سو سال پہلے تاریکی اور جہالت کے زمانے میں رسول کی زبان سے "لا الٰہ الا ہو" سن کر کافروں کا کیا حال ہوا ہوگا۔

کہتے ہیں غیر تو غیر تھے خود حضور کے چچا ابا بھائی بھتیجے، ڈنڈے لاٹھی لے کر کھڑے ہوگئے کہ ہمارے خداؤں کو لا الٰہ کیسے کہہ دیا۔ تم ہمارے خداؤں کی توہین کرنے کے مجرم ہو۔ اپنے آباؤ اجداد سے پھر کر کافر اور ملحد ہوگئے ہو، دیوانے ہو گئے ہو۔ یہ دیوتا ناراض ہوئے تو تم کو اور ہم کو ایک ساتھ تباہ کر دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ میں یہ اپنے دل سے نہیں کہتا۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تم کو یہ پیغام پہنچا دوں۔ میں اللہ کا رسول ہوں، اسی کے حکم سے کہتا ہوں کہ تم بتوں اور بزرگوں کی پرستش چھوڑ دو۔ صرف اللہ کی عبادت کرو جو حاضر و ناظر ہے۔ وہی اپنی مخلوق کو پیدا کرتا اور پالتا ہے، جس کو چاہتا ہے مار ڈالتا ہے اور وہ ہمارے دلوں کا حال جانتا ہے۔ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ وہی رزق دیتا ہے۔ وہی ہمارے کام بناتا ہے۔ پتھر یا مٹی کے بت جنہیں تم نے خود بنایا ہے۔ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ بولتے ہیں۔ تمہارے کام کیسے بنا سکتے ہیں۔ ان کو پوج کر تم اپنے پیدا کرنے والے کو ناراض نہ کرو۔ مگر وہاں وہی جواب تھا جو مشرک ہر زمانے میں اور ہر دور میں دیتے چلے آئے ہیں، کہ یہ بت خدا نہیں ہیں، یہ ہمارے سفارشی ہیں، ہمارے بزرگ ہیں۔ ہم ان کے وسیلے سے مانگتے ہیں یہ اللہ کے مقرب بندے تھے۔ ان کی سفارش سے ہماری رسائی خدا کے حضور ہو سکتی ہے یہ خدا سے کہہ کر ہمارے کام بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے باپ دادا ان کو پوجتے چلے آئے ہیں اُن کے کام بنتے رہے۔ اس لئے ہم بھی انہی کو پوجیں گے۔ ہم تمہارے رحمان کو نہیں جانتے۔ یہ کافروں کا جواب تھا اور آج بھی مشرکین یہی کہتے ہیں۔

آزمائش کا زمانہ یہ تھا وہ انعام جو قوم اپنے ہادی اور نبی کو دیتی ہے۔ اس کو سچا اور امین جانتے ہوئے بھی جب وہ کہے کہ صرف ایک مالک کی پرستش کرو کیونکہ ہر ایک کے سامنے جھکنے سے انسان ذلیل ہوجاتا ہے۔ اُس میں عزّتِ نفس باقی نہیں رہتی تو اس سے ناراض ہوجاتی ہے۔

آپ موقعہ بموقعہ اور وقت بے وقت اللہ کے احکام پہنچاتے۔ کبھی بازار میں کبھی صحنِ کعبہ میں۔ میلوں ٹھیلوں میں اور حج کے دوران اللہ کی باتیں سناتے۔ اور مشرکوں کے غیظ وغضب کا نشانہ بنتے۔ کوئی پتھر مارتا۔ کوئی راستے میں کانٹے بچھاتا۔ کوئی گلے میں کپڑا ڈال کر بل دیتا۔ کوئی آوازے کستا۔ اور گالیاں دیتا۔

لیکن ہر معاشرے میں بروں کے ساتھ کچھ اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو سچ کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنی غلطیوں سے تائب ہوجاتے ہیں۔ چند برسوں میں خاصی تعداد رسول کے ساتھ ہوگئی جن میں ابوبکر صدیق سب سے اول تھے اور چونکہ آپ معتبرین مکہ میں سے تھے۔ آپ کی وساطت سے اسلام کی تعلیم جلدی جلدی پھیلنے لگی۔ عثمان غنی، عبداللہ بن جحش، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن وقاص، عبد الرحمان بن عوف، جعفر طیار وغیرہ بلکہ بلال، صہیب، خباب، عمار یاسر اور سُمیہ جو غلام تھے ابوبکر کی کوشش سے سابقون الاولون میں شامل ہوئے۔ پھر سید الشہدا حمزہ، عمر فاروق اعظم اور دیگر زعمائے عرب آپ کی دعوت قبول کرتے چلے گئے۔ لیکن جب تعداد بڑھ گئی تو کفار ومشرکین کا غیظ وغضب بھی بڑھا۔ وہ لڑنے مرنے پر تیار ہوگئے۔ اس لئے بہت سے مسلمانوں نے مکہ چھوڑ کر چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ کوئی شام چلا گیا کوئی مصر اور کوئی حبشہ چلے گئے۔ اس سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کا شہرہ بیرونِ ملک بھی پہنچ گیا اور بعثتِ نبوی (نبی کے آجانے) کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ شاہِ حبشہ کے دربار میں رسول کی تعلیم کا پورا نقشہ حضور کے چچازاد بھائی جعفر طیار نے کھینچا اور شاہ

کو متاثر کر دیا۔ ہرقل رومی نے ابوسفیان سے پیغمبر اسلام کے حالات پوچھے اور تصدیق کی کہ نبی کی تعلیمات ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ پھر اہل مدینہ آئے، اسلام قبول کیا اور رسول کو اپنے شہر یثرب آنے کی دعوت دی اور کہا کہ آپ اپنا مستقر یثرب کو بنایئے، ہم آپ کے حامی و انصار ہیں۔

اسی عرصے میں آپؐ کی رفیقۂ حیات سیدہ خدیجہ کا انتقال ہوگیا۔ اور آپ کی پریشانیوں میں اضافہ ہوگیا۔ گھر میں دو جوان بیٹیاں بیٹھی تھیں۔ فاطمہ اور اُم کلثوم اور باہر قوم کی قوم آپؐ کی جان کی دشمن تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا۔

فصل لربك والنحر "اپنے رب کی تعریف کرتے رہو اور مورچے پر ڈٹے رہو۔

ان شانيك هو الابتر: "تمہارے دشمن ہی گم نام ہو جائیں گے"

عقد ثانی پتہ چلا کہ ایک بوڑھی خاتون سودہ بنت زمعہ جو اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ گئی تھیں، بیوہ ہو کر واپس آ گئی ہیں۔ مگر اپنے رشتہ داروں میں واپس جانا نہیں چاہتی جو کافر ہیں۔ حضور نے ان کو اپنے گھر بلا لیا۔ اُن سے نکاح کر لیا۔ اور بیٹیاں اُن کے سپرد کر دیں تو آپ کو مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ جانے کا حکم ملا۔ اس وقت آپ کے اہل بیت اطہار میں سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ اُم کلثوم چچیرے بھائی علی بن ابی طالب۔ آپؐ کے متبنیٰ زید بن حارثہ، اُن کی بیوی۔ سیدہ اُم ایمن، اُن کا بیٹا اسامہ بن زید عمر آٹھ سال اور مولا ابو رافع تھے۔

زید اور ابو رافع ہم بتا چکے ہیں حضور کا تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ اہل بیت رسول انہی کی نگرانی اور کفالت میں چھوڑے گئے اور یہی دو نوں حضرات امانتیں واپس کرنے کے ذمہ دار تھے۔

ہجرت | کہتے ہیں کہ نبی کی قدر اس کے وطن میں نہیں ہوتی۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ قدر تو یقیناً ہوتی ہے۔ مگر دراصل جھوٹ اور واہمہ پر قائم معاشرہ نبی کی سچائی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اپنی خرابیاں اپنے ہی ایک فرزند کی زبان سے سننا برداشت نہیں کرتا۔ دوسرے الفاظ میں لوگ سچ کو پسند نہیں کرتے اس لئے دشمنی پر اُتر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اطلاع دی کہ تمہیں یہاں سے نکل کر اپنا میدان تبلیغ وسیع کرنا چاہئے۔ کیونکہ۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ اب تمہارا رب تم کو سب کچھ دینا چاہتا ہے جس سے تم خوش ہو جاؤ، یعنی تم ابھی آزمائش میں کامیاب ہوئے۔ اب انعام حاصل کرنے کے لئے مدینہ یثرب کے خوشگوار ماحول میں پہنچو، جو تمہارے استقبال کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

مگر یہ ہجرت غربت و مفلسی یا بے سروسامانی کی ہرگز نہ تھی جیسا روایتوں میں درج ہے۔ حضور اپنے اہل بیت (بال بچوں) کے آزوقہ کا انتظام کر گئے۔ زید بن حارثہ ابو رافع آپ کے دو مولا اس کے ذمہ دار تھے۔

آپ نے ایک اونٹ خریدا جو اسی مقصد سے تیار کیا گیا تھا اور اس کی قیمت ۶ سو یا ۸ سو درہم ادا کی۔ جب رونق افروز مدینہ ہوئے، آپ نے ایک قطعہ زمین خریدا۔ اس پر مسجد تعمیر فرمائی۔ اس سے ملحق چند حجرے اپنے اہل بیت کے لئے بنوائے۔ اور جب اس مسجد میں باجماعت نماز کا حکم ہوا تو ساتھ ہی معیشت کا پہلو بھی واضح کر دیا گیا کہ کوئی تحریک بغیر فنڈز کے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ و الیوم الآخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ۔ فعسی اولٰئک ان یکونوا من المھتدین اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ (ٹیکس) ادا کرتے

ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ اُمید ہے کہ ہدایت یافتہ ہونگے
یعنی مسلمان بننے کی کل یہ شرائط تھیں جن میں ٹیکس کی ادائیگی شامل تھی، جو ہر عاقل بالغ اور کمائو فرد پر لازمی قرار دی گئی۔

پھر سال بھر بعد جب آپ کے مولا ابو رافع اور زید بن حارثہ آپ کے اہل بیت جن میں اب سیدہ زینب اور ان کے دو بچے علی بن ابو العاص اور امامہ بھی شامل تھے لے کر مدینہ آئے تو حضور نے ان کو دو گھوڑے اور پانچ سو درہم انعام دیئے
اس سے معلوم ہوا کہ غربت و تنگدستی کا وہاں کوئی وجود ہی نہ تھا۔

جنگ بدر مدینہ میں اطمینان حاصل ہوا اور مسجد تیار ہو گئی تو تبلیغ دین کا کام شروع ہو گیا۔ آپ دن بھر مسجد میں بیٹھے درس دیتے رہتے، نمازیں پڑھاتے، قرآن سناتے اور یاد کرواتے اور جیسے جیسے طالبانِ حق کی تعداد بڑھتی گئی آپ کے درس کی شہرت پھیلنے لگی۔ رفعنا لک ذکرک " تمہاری شہرت پھیلا دی۔
قریش کو معلوم ہوا کہ دین اسلام کی تبلیغ کے دروازے کھل گئے ہیں۔ سارے عرب میں اس کے چرچے ہو رہے ہیں اور اب مدینہ وہ مرکزیت حاصل کر رہا ہے جو پہلے مکہ کو حاصل تھی تو وہ ڈرے کہ یہ دین سارے عرب میں پھیل گیا تو لوگ حج بیت اللہ کو آنا چھوڑ دینگے اور ... آمدنی بند ہو جائیگی جس پر قریش کا انحصار صدیوں سے رہا ہے۔ یعنی زائرین کعبہ جو ان کے اونٹ اور بکرے خرید کر قربانیاں کرتے تھے زمزم کا پانی خریدتے تھے، کھانے پینے کی چیزیں خریدتے تھے اور رہائش کا کرایہ دیتے تھے، سب بند ہو جائے گا۔ پھر گوشت اور کھالیں کہاں ملیں گی جو کھا کر قریش کے بچے بیچتے اور کھاتے تھے۔

طے ہوا کہ اس نئے مرکز کو قائم نہ ہونے دیا جائے۔ وہ ایک ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کو اپنے اس مرکز اور پناہ گاہ کو بچانے کے لئے مجبوراً

"تلوار سنبھالنا پڑی۔ تھوڑے سے ہتھیار لے کر تین سو توحید کے متوالے ایک ہزار کافروں سے بھڑ گئے اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ ساٹھ ستر کو مار ڈالا۔ اور اتنے ہی گرفتار کر لئے باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اس سے مسلمانوں کو آئندہ کے لئے کچھ ہتھیار مل گئے۔ چنانچہ حضرت علی کو ابو جہل کی تلوار اور زرہ ملی جو بعد کو ذوالفقار مشہور ہوئی۔ یہ تیغ نہیں بلکہ تیغہ تھا جو ہڈیاں توڑنے کے کام آتا ہے۔ حضرت علی نے اس جنگ میں اسلامی علم سنبھالا تھا۔

علی اللہ ہے یہ کہنا درست ہے بشرطیکہ آپ کا ایمان درست ہو۔ اور آپ جانتے ہوں کہ رب اللہ ہے۔ رحمٰن اللہ ہے۔ رحیم اللہ ہے۔ اسی طرح علی بھی اللہ کا صفاتی نام ہے۔ علی کے معنی اعلیٰ یا عالی یعنی بڑا عظیم ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ۳۴ اور ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۲۵۵/۲۔ پس اللہ کے بندوں کو صرف "علی" کہنا ویسا ہی مکروہ ہے جیسا عبدالرحمٰن کو رحمٰن۔ عبدالرحیم کو رحیم یا عبدالکریم کو صرف کریم پکارنا شرک ہے۔

سبائی دشمنان اسلام نے "علی اللہ" کا نعرہ لگا کر جاہل عوام کو گمراہ کر دیا کہ علی مرتضیٰ خدا تھے۔ مسلمان نہیں سوچتے کہ خدا مرتا نہیں مگر علی مرتضیٰ مر گئے۔

علی ولی ہے ولی کے معنی وارث کے ہیں جوانی میں باپ بچوں کا ولی ہوتا ہے اور بڑھاپے میں بیٹے ماں باپ کے ولی ہو جاتے ہیں۔ عموماً ولی یا ولی عہد بیٹے کو کہتے ہیں مگر علی کو ولی بنا کر سبائیوں نے پڑھے لکھے احمقوں کو بھی چکر میں ڈال دیا۔ کہ علی خدا کا بیٹا ہے جو باپ کے بعد گدی نشین ہوا اور خدا نعوذ باللہ بیکار ہو گیا۔ مگر اسلام ایسے [illegible] کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے والوں کو مشرک اور کافر کہا ہے۔ بجواب امامیہ پند

پہلا اسلامیہ کالج جنگ سے فراغت ہوئی تو تبلیغ دین کا کام پھر شروع ہو گیا۔ فتح بدر کی خبر سنکر عربوں کو اس نئے دین کے بارے میں سوچنا پڑا جس میں تین سو آدمی اپنے اللہ کی مدد سے ایک ہزار کو مار بھگاتے تھے، وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آکر حضور کے درس میں شامل ہونے لگے۔ مسجد نبوی صبح سے شام تک متلاشیان حق سے بھری بھری رہتی۔ لوگ اپنے شکوک رفع کروانے دینی معلومات بڑھانے اور نئی باتیں سیکھنے کے لئے جمع رہتے۔ اور قرآن سیکھتے یاد کرتے، نمازیں پڑھتے اور دعائیں مانگتے

اب ان کے درس میں ایک مضمون کا اضافہ ہو گیا اور یہ مضمون حرب و ضرب تھا یعنی مسلمانوں کے لئے فوجی تربیت بھی لازمی قرار دیدی گئی۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ قریش مکہ بدر کا بدلہ لینے ضرور آئیں گے۔ اور انھیں مقابلہ کرنا پڑے گا

زنانہ کالج مردوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا تو عورتوں کو بھی شوق پیدا ہوا۔ وہ مسجد میں حاضر ہونے اور اپنے مسائل پوچھنے لگیں۔ حضور کو ضرورت محسوس ہوئی کہ عورتوں کا شعبہ علیحدہ ہونا چاہئے اور وہاں ایک لیڈی ٹیچر بھی ہو، جو عورتوں اور بچیوں کو تعلیم دے سکے حضور نے اپنے رفقاء کار سے اس کا ذکر کیا اور کسی ہوشیار تعلیم یافتہ اور سمجھدار خاتون کی خدمات حاصل کرنے کا مشورہ دیا جو دین سے بھی واقف ہو اور عورتوں پر اثر انداز بھی ہو سکے۔

صحابہ نے اپنے گھروں میں ایسے امیدواروں کی تلاش شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر نے اپنے گھر میں ذکر کیا۔ آپ کی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ جن کی نسبت مکہ میں جبیر ابن مطعم سے ہو چکی تھی۔ مگر کفر و اسلام کے جھگڑے میں وہ منگنی ٹوٹ گئی۔ مطعم بن عدی نے مسلمان لڑکی کو بہو بنانے سے انکار کر دیا۔ پھر ان کی شادی نہ ہو سکی اور وہ مدینہ آگئیں جہاں مسلمانوں کو اتنا اطمینان کہاں تھا جو اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادیاں کرتے وہ بھی سیدہ فاطمہ کی طرح بیس اکیس سال کی ہو چکی تھیں۔ جو عرب معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔

سیدہ صدیقہ نے سنا تو اپنی زندگی اشاعت دین کے لئے وقف کرنے کا اعلان کر دیا یہی حضور سے عقد نکاح کی منظوری دیدی۔ آپ کی عمر بیس اور اوپر ہو چکی تھی۔

اس طرح آپ کا شانۂ نبوی میں جلوہ افروز ہوئیں۔ آپ نے تعلیم نسواں کا شعبہ سنبھال لیا۔ یہ حجرہ جو مسجد نبوی سے متصل تھا۔ اگلے پچاس سال تک علم و فضل کی روشنی پھیلاتا رہا جس سے آج تک دنیائے اسلام منور ہے۔

عجمی مجوسیوں نے اس نکاح پر بہت کچھ حاشیہ آرائی کی ہے۔ جسے جمع کر کے آج بھی دشمنان اسلام (مجوسی زادے)، وفات عائشہ جیسی ناپاک کتاب پیش کرتے ہیں اور معاشرے میں گندگی پھیلاتے ہیں مگر کوئی مولوی دم نہیں مارتا۔ مودودی صاحب بھی چپ ہیں جس سے ان کی اصل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

ان روایتوں کے ذریعہ دراصل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملعون کرنا مقصود تھا۔ حالانکہ شرع کی رو سے مسلمان عورتوں کو اجازت ہے کہ قبل از بلوغ نکاح جو والدین نے کر دیا ہو چاہیں تو فسخ کروا سکتی ہے۔ مگر ملاعنہ عجم نے خود شارع اسلام علیہ السلام پر یہ بہتان تھوپ دیا کہ آپ نے چھ سالہ بچی سے دل بہلانے کے لئے نکاح کر لیا تھا۔ معاذ اللہ۔ لعنت اللہ علی الکاذبین

حکومت اسلامیہ کا قیام

اعلان نبوت کے بعد چودہ پندرہ سال رسول اللہ اور ان کے اصحاب کرام کے لئے کیسے پر آشوب اور اذیت آمیز تھے۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے

کفر و اسلام کی جنگ کوئی دو قوموں یا دو ملکوں کی جنگ نہ تھی۔ یہ جنگ تو ایسی تھی کہ بھائی بھائی کا دشمن تھا۔ باپ بیٹے سے اور چچا بھتیجے سے برسر پیکار تھے ہر معرکے کے بعد پتہ چلتا کہ کسی نے اپنے بھانجے بھتیجے یتیم کر دیئے ہیں۔ کسی نے اپنی بہن کہ پھوپھی کو بیوہ کر دیا ہے اور ملول و غمگین ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں کے کرب و اضطراب کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ کہتے ہیں ایک بار عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے صدیق اکبر سے کہا۔ جنگ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں آ گئے تھے۔ مگر میں نے ہاتھ روک لیا۔ صدیق اکبر نے کہا۔ مگر تم میری زد میں آ جاتے تو میں نہ چھوڑتا اور یہ مذاق نہیں تھا۔ مسلمانوں کا جوش ایمان ایسا ہی پختہ تھا۔

بدر کی فتح کی خبر دور دراز پھیل گئی تو مسلمانوں کی ہمت بندھی ان میں استقلال اور استحکام کا احساس پیدا ہو گیا اور وہ ہر طرف سے آ کر مدینۃ الرسول میں جمع ہونے لگے۔ نہ تو مدینۃ الرسول کوئی باغ رضوان تھا جہاں کھانے پینے کی چیزیں سڑکوں پہ دھری تھیں اور نہ آنے والے کوئی سرمایہ دار اور صنعت کار تھے جو شہر کو ترقی دینے آ رہے تھے۔ البتہ وہ اس شہر کی تاریخ اور جغرافیا بنا رہے تھے۔

اور یہ وہی لٹے پٹے پریشان حال مسلمان تھے جو دس بارہ سال پہلے مکے سے نکالے گئے تھے اور غربت و مسافری و جلا وطنی کے مصائب جھیل کر اپنے نئے مرکز پر جمع ہو رہے تھے۔ ان میں بے شمار بیوائیں یتیم اور کنواری بے بیاہی لڑکیاں تھیں جن کی پردیس میں شادیاں نہ ہو سکیں اور بیشتر حضور کے رشتہ دار اور بھائی بہن بھی تھے۔ مثلاً عبیداللہ بن جحش اور ان کی بہن زینب بنت جحش حضور کے پھوپھی زاد بھائی

بہن اور ایک شہزادی تھی جو ہجرت کے ساتھ بیوگی کا داغ بھی جھیل گرآئی تھی۔ سردار مکہ ابوسفیان کی بیٹی جو اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ مسلمان ہوئی اور قریش سے عاجز آکر شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئی۔ وہاں شوہر کا انتقال ہوگیا۔

حضور کو اطلاع ملی تو آپ نے شاہ حبشہ کو خط لکھا کہ میرے بھائی عبداللہ بن جحش کی بیوہ بے سہارا ہوگئی ہے اُسے مدینہ بھیجنے کا انتظام کر دیجئے۔ شاہ نے سب کو دربار میں بلایا اور پوچھا کہ وہ کہاں جانا پسند کریں گی۔ سردار مکہ کے پاس یا سردار مدینہ کے پاس اور جب معلوم ہوا کہ وہ مدینہ جانا چاہتی ہیں تو ان کا نکاح رسول اللہ سے کر دیا۔ آپ کے داماد عثمان غنی نے خطبہ نکاح پڑھا اور بیٹی رقیہ بنت رسول اللہ ان کو ساتھ لے کر مدینہ چلی آئیں۔ اس طرح سیدہ ام حبیبہ بنت سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کاشانۂ نبوت کی زینت بنیں۔ آپ کی واپسی شراتاً جنگ خیبر تک مؤخر کی گئی۔

ابوسفیان کو اطلاع ہوئی تو کہا۔ اب میں محمد سے لڑ کر کیا اپنی ہی ناک کاٹوں۔ چنانچہ ان کی مخالفت ختم ہوگئی۔ مگر قریش کو چین نہ آیا۔ انھیں بدر کا بدلہ لینا تھا اور نئے مرکز اسلام کو ختم کرنے کا بڑا ارمان تھا۔

جنگ احد اسلام کی شہرت پھیل رہی تھی اور کافروں اور مشرکوں کو وحشت ہو رہی تھی۔ اس بار وہ تین ہزار کی تعداد میں حملہ آور ہوئے۔ اس وقت مسلمانوں میں لڑنے والوں کی تعداد بھی بڑھ کر ایک ہزار ہوگئی تھی۔ مقابلہ ہوا۔ دونوں کو نقصان اٹھانا پڑا لیکن ہزیمت کفر ہی کے لئے لکھی جا چکی تھی۔ وہ ناکام و نامراد واپس ہوئے۔ حضرت علی اس جنگ میں مرہم پٹی کرتے تھے۔ حضور کے زخم دھوکر آپ نے پٹی باندھی۔

جنگ خندق چوتھے سال انھوں نے جزیرہ نمائے عرب کے تمام کافروں یہودیوں اور عیسائیوں کو جمع کرکے دس ہزار کے جتھے سے یلغار کا فیصلہ کیا۔

اس وقت مدینہ میں سلاح بند اہل ایمان کی تعداد ۳ ہزار ہوچکی تھی۔ پھر بھی حضور نے ان کو لڑا کر عربوں کی قوت ضائع کرنا مناسب نہ جانا اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۹) اے ایمان لانے والو۔ اللہ کے احسانوں کو یاد کرتے رہو۔ جب تم پر آندھی بھیج دی۔ اور ایسی فوجیں بھیجیں جنہیں تم دیکھ نہ سکتے تھے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ دیکھتا ہے

(۱۰) جب وہ اوپر اور نیچے سے تمہاری طرف آنے لگے تو تمہاری آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور دل گلوں میں آگئے اور تم اللہ کے بارے میں بدگمانیاں کرنے لگے۔

(۱۲) اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ دھوکا تھا۔

(۱۴) اگر دشمن چاروں طرف سے اندر گھس آتے اور خانہ جنگی کے لئے کہتے تو یہ (منافق) فوراً ان کے ساتھ ہو جاتے یا جو آسان ہوتا کرتے۔

(۲۵) مگر اللہ نے کافروں کو ناکام و نامراد بھگا دیا۔ انہیں اس لشکر کشی سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اہل ایمان کے لئے اس جنگ میں اللہ کافی تھا۔ اللہ ہی قوت اور عزت کا مالک ہے

( ) اس سے معلوم ہوا کہ خندق کھودنے اور مبارزت چاہنے کی تمام باتیں جھوٹی ہیں وہاں ایک زوردار آندھی آگئی۔ اور ان کی بساط جنگ الٹ گئی۔ ابوسفیان پہلے ہی اپنے داماد سے لڑنا نہ چاہتے تھے۔ آندھی کو بہانہ بنا کر فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ دراصل وہ ایمان لا چکے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو قریش سے لڑنے کی ضرورت نہ رہی۔ رسول کا اصل دشمن ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی تھا۔ مجوسوں نے اس کی دشمنی بھی سیدنا ابوسفیان بن حرب اموی کے کھاتے میں ڈال دی ہے۔

نئی حکمت عملی اب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جنگ کی حکمت عملی بدلنے کا حکم دیا، کہا کہ بس مدافعت ہو چکی اب کافروں کی سرکوبی کے لئے باہر نکلو اور خود ان کے ٹھکانوں پر حملہ کرو۔ گاؤں کے بعد گاؤں اور شہر کے بعد شہر فتح کر کے اسلام کا مطیع و منقاد بناؤ۔ ان کے دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول کا رعب بٹھا دو تاکہ پھر کبھی تمہاری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکیں۔ وہ حکم تھا۔ (سورۃ توبہ)

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے اجازت ہے) فاقتلوا المشرکین (مشرکوں کو قتل کرو) حیث وجدتموھم (جہاں پاؤ) فان تابوا (حتیٰ کہ توبہ کر لیں) انفروا خفافاً وثقالاً (نکل پڑو خواہ ہلکے اسلحہ ہوں یا بھاری) وجاھدوا باموالکم (اور جہاد کرو اپنے مال اسباب سے) وانفسکم فی سبیل اللہ (اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں) ذالکم خیر لکم ان کنتم مومنین (یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

یعنی بچاؤ اور مدافعت کا زمانہ ختم ہوا۔ اب بڑھ کر مارو اور حملہ کرو کہ بہترین مدافعت جہاد ہے چنانچہ ۱۰ سال کی مختصر مدت میں جزیرہ عرب کے ۱۰ لاکھ مربع میل پر ہر طرف نعرہ اللہ اکبر اور لاالٰہ الا اللہ گونجنے لگا اور بقول جنرل اکبر ان ۲۸ غزوات میں ہزار بارہ سو سے زیادہ جانوں کا اتلاف نہیں ہوا۔ جن میں مومن و کافر کا تناسب 5 : 1 کا رہا۔

یہودی اور مجوسی مورخوں نے اسے ایک خون آشام دور بنا کر پیش کیا ہے اور اسلام کی بدنصیبی دیکھئے کہ آج بھی لائف آف محمد (سیرۃ ابن اسحٰق) ایک یہودی (A.GAULAM) شائع کرتا ہے تو مسلمان پڑھتے ہیں ان کو بارہ سو سال میں ایک مسلمان مورخ نہ ملا جو ہماری تاریخ درست کرتا۔ استاذی مرحوم محمود احمد عباسی نے واقعہ کربلا کا بطلان کیا تو روافض کے ساتھ بدعتی سنی بھی اُن کو ناصبی و خارجی کہنے لگے۔ اب وہی مردہ پرست مشرک ہمارے خلاف اعلان جہاد فرماتے ہیں۔

صلح حدیبیہ امن کا پیغام لے کر آپ عمرے کے ارادے سے چودہ سو جاں نثاروں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل مکہ نے سنا تو پریشان ہو گئے۔ مسلمانوں نے بتلایا کہ وہ اور عمرہ کرنے آئے ہیں مگر کافر کا دل ہی کتنا۔ وہ ڈرے کہ شہر میں داخل ہو کر قتل عام شروع کر دیا تو کیا ہوگا۔ اس لئے صلح کی درخواست کرنے لگے۔ حضور نے منظور کر لیا۔

ڈھیل دیکھی تو شرط لگادی کہ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں بلکہ اگلے سال آئیں۔

آپ تو رحمۃ للعالمین تھے۔ اپنی قوم اور اپنی برادری کی ولداری کیوں نہ

نے۔ آپ نے وہ شرط بھی مان لی۔ مسلمانوں کو دکھ ہوا کہ اس وقت کمزوری دکھانے کا کیا

موقع تھا۔ مگر رحمت عالم اور ارحم الراحمین اس کے نتائج جانتے تھے۔ اس وسعت قلبی اور

درگزر کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کے دل موم ہوگئے اور اسلام اور ہادی اسلام کو اپنا دوست

سمجھنے لگے قبائل پر اس کا اچھا اثر پڑا قریش کے ساتھ وہ بھی مطیع ہوگئے۔

فتح خیبر آپ کو خیبر میں سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی اطلاع ملی کہ یہودی

جمع ہوئے ہیں اور وہ مدینہ کے لئے خطرہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ آپ نے اجازت دی کہ یہودیوں

کی سرکوبی کی جائے اور آئندہ کے لئے سرزمین عرب سے اس ناپاک قوم کو نکال دیا جائے۔

۔اسی کا نتیجہ ہے کہ یہودی ذریت آج تک مسلمانوں

کی دشمن ہے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی ہے۔ اس نے

ہماری تاریخ، ہماری تفسیر، فقہ اور حدیث مسلمانوں کے بھیس میں گھس کر تباہ کی ہے۔ مگر

ن اپنے دشمن کو پہچاننے سے عاری ہیں۔

فتح مکہ دو سال بعد رمضان ۸ھ میں آپ نے پھر مکہ کا رخ کیا۔ اس بار آپ کے

ساتھ دس ہزار جاں نثار صحابہ تھے۔ اہل مکہ نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اپنے دروازے کھ

دیئے۔ سردار مکہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کئی منزل آگے بڑھ کر استقبال کیا ا

ر شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ حضور کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔

آپ نے حکم دیا کہ خانۂ کعبہ اور اس کے صحن میں رکھے ہوئے تمام بت توڑ ڈالے جائیں

اور سقفِ کعبہ سے اذان کی آواز بلند ہو۔ شرک کے تمام اثرات مٹا دیئے جائیں۔ کہتے

ہیں وہاں حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے بت بھی رکھے تھے۔ مگر حضورؐ نے حکم دیا کہ بت

خواہ کسی کے بھی ہوں باقی نہ رہنے دیئے جائیں۔ حتیٰ کہ تمام اونچی قبروں کو توڑ دینے کا حکم دیا تاکہ مُردوں کی بزرگی اور تقربِ خداوندی کا تصور ختم ہو جائے اور انسان واہموں سے آزاد ہو جائے کہ مُردے ناراض ہو کر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تھی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ فتح مکہ کی خبر سارے جزیرۂ عرب میں پھیل گئی اور کفر کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مسلمانوں سے ٹکر لینے کا کسی کو یارا نہ رہا۔ اور ہمارے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ صرف سردارِ عرب بلکہ دین و دنیا کے بادشاہ تسلیم کر لئے گئے۔ لیکن ابھی آپکو سارے عالم کا مصلح۔ مودب اور ہادی یعنی نبی آخر الزماں اور رسول خاتم الانبیاء ہونے کا ثبوت دینا تھا۔ چنانچہ آپ کے سفیر ہرقل رومی۔ مقوقش مصر۔ شاہ حبشہ اور کسرائے ایران کے درباروں میں پہنچے اور اعلانِ حق کرنے لگے۔

<u>منزلِ مراد</u> اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ ترجمہ: جب ہم نوازیں تو شکر ادا کرو اور اس کا چرچا کرو۔ دوسروں کو بتاؤ۔

جو لوگ اچھی زندگی گزارنے میں اپنے فرائضِ منصبی، دیانتداری سے بجالاتے ہیں اور حق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہیں۔ اُن کو حق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور لوگوں کو بتائیں تاکہ ان کی تقلید کی جائے اور ان کو نمونہ بنایا جائے۔

چنانچہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ جاؤ اور ہمارے احسانات کا اعلان کرو۔ ہمارا شکر ادا کرو اور اپنی کامرانی کے اسباب ساری دنیا کی رہنمائی کے لئے اسی عظیم اور قدیم مرکزِ اسلام سے نشر کرو جہاں سے کبھی تم نکالے گئے تھے۔ تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے اور قیامت تک معلوم ہوتا رہے۔ وہ حکم تھا۔ واذن فی الناس بالحج۔ یاتوک رجالا وعلیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔

ترجمہ:۔ لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ کہ پیدل یا سوار چلے آئیں خواہ وہ دور اور نزدیک سے

آکر تمہارے ساتھ ہو جائیں۔

یہ حکم پاتے ہی عرب کے گوشے گوشے سے توحید کے پروانے اپنے رسول کے گرد جمع ہونے لگے ۲۵ ذی القعدہ ۱۰ھ کو ایک لاکھ ستاروں کے جھرمٹ میں عرب کا چاند عازم مکہ ہوا۔ خود حج کے مناسک ادا کئے اور امت کو سکھائے۔ پھر عرفات کے میدان میں سب کو جمع کیا اور خطاب فرمایا اہل مکہ بھی موجود تھے۔

آخری خطبہ

- اللہ کی ذات ہی حمد و ثناء کے لائق ہے جو ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
- اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس نے اپنے رسول کی مدد کی اور تمام باطل قوتوں کو رسوا کیا
- میری باتیں سنو اور یاد رکھو، شاید پھر اس طرح جمع نہ ہو سکیں
- اللہ نے انسان کو ایک ماں باپ سے پیدا کیا اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے۔ اللہ کے پاس عزت اُسی کی ہے جو متقی ہے۔
- کسی عرب کو عجمی پہ فوقیت ہے نہ کسی عجمی کو عرب پر، کوئی کالا گورے سے افضل نہیں نہ گورا کالے سے، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی اللہ کا ڈر۔
- اے قریش کے لوگو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تمہاری گردنوں پر دُنیا کا بوجھ ہو۔
- اور دوسرے سامان آخرت لے کر پہنچیں، ایسا ہوا تو اللہ کے سامنے میں تمہارے میں تمہارے کام نہ آسکوں گا[۱]
- جب تم اللہ کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کریگا۔
- ہر مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے یعنی اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں[۲]
- اپنے ماتحتوں اور غلاموں سے اچھا سلوک کرو، ان کو وہی کھلاؤ جو خود کو کھاؤ۔

---

[۱] شفاعت سے انکار [۲] سیّدی کے دعویدار، آل محمدؐ سے خطاب ہے۔ [۳] واضح رہے کہ ہر مسلمان کا صاحب ایمان ہونا ضروری نہیں پس مختلف فرقوں کے لوگ بھائی بھائی نہیں ہوتے۔ جو کہتا ہے جھوٹا ہے۔

- بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا اپنی نسبت کسی دوسرے سے لگائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔
- اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرو، وہ تمہاری ذمّہ داری ہیں (زیر پرورش) وہ خود نہیں کما سکتیں۔ اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے وہ تم پر حلال ہوئی ہیں۔
- اور سنو! میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اس پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب ہے۔[۱]
- دیکھو دین کے معاملے میں غلو نہ کرنا، تم سے پہلے لوگ ایسی ہی باتوں سے ہلاک ہو چکے ہیں۔
- لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔ نمازیں پڑھو، روزے رکھو اور اپنے مال سے زکوٰۃ دو، اور اللہ کے گھر کا حج کرو۔
- اپنے حاکم اور سردار کی فرمانبرداری کرو۔[۲] اتنا کر لیا تو تم جنّت کے حقدار ہو جاؤ گے۔
- جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ یہ باتیں اُن تک پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں، شاید کوئی غیر حاضر تم سے بہتر سیکھنے اور یاد رکھنے والا ہو۔

---

[۱] صرف ایک چیز چھوڑی جسے روافض نے دو بنا لیا۔ قرآن اور اہل بیت سنیوں نے اسے قرآن و سنت کر لیا ہے یہ شرارت ہے۔ [۲] جو مسلمان اپنے حاکم کو گالیاں دیتے ہیں عبرت حاصل کریں۔

سند خدمت حج سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں اپنے رسول کی خدمات کو سراہا اور سند خدمت عطا فرمائی ۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

ترجمہ :- آج کے دن تمہارا دین مکمل ہو گیا تم پر ہماری نعمتیں (نوازشیں) بھی پوری ہو چکیں - ہم تمہارے دین اسلام سے خوش ہیں ۔

اس میں اشارہ تھا کہ تمہارا دنیاوی مشن کامیاب رہا ۔ تم نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور اس کا انعام پایا یعنی تمہاری قوم (عرب) نے تم کو بالآخر دین و دنیا کا بادشاہ تسلیم کر لیا اب واپسی کے لئے تیار ہو جاؤ اور آخرت کے انعامات کا انتظار کرو[1] ۔ حج سے واپسی کے بعد ماہ صفر کے آخری بدھ (چہار شنبہ) کے دن غالباً ۲۷ تاریخ تھی آپ علیل ہو گئے اور پندرہ یوم کے بعد ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو آپ نے وفات پائی ۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ یا ۶۲ سال تھی بعض نے ۶۳ سال بتائی ہے - دشمنان اسلام اسی آخری چہار شنبہ کو کچھ اس شان سے مناتے ہیں ۔

ہے چار شنبہ آخر ماہ صفر چلو
رکھ دیں چمن میں بھر کے مئے مشک کی ناند
جو آئے بھر کے پیئے اور ہو کے مست
سبزے کو روندتا پھرے پھولوں کو جائے پھاند

---

[1] سبائیوں نے اس دن کا نام غدیر خم رکھا ہے ۔ کہتے ہیں اس دن علی مرتضیٰ کو "مولا" بنایا گیا تھا اسی لئے ۱۸ ذی الحجہ کو بڑا غدر مچاتے ہیں جو دراصل شہادت عثمان کا دن ہے ۔ مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ اس نام کا ریگستان میں کوئی تالاب تھا جس کے گرد جشن منایا گیا حالانکہ غدیر خم کے معنی ہیں شراب کے مٹکے کے گرد رنگ رلیاں منانا اور عیش کرنا یہ اسی غم درد کا جشن ہے ۔

بدقسمتی سے بیشتر ہندی مسلمان یہ جشن مناتے ہیں۔ کہتے ہیں آخری چہار شنبہ کو آپ نے غسل صحت فرمایا تھا۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو آپ پیدا بھی ہوئے تھے جبکہ اسلامی سنہ ہجری ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے مقرر کیا عربوں میں کیلنڈر جنتری کا رواج نہ تھا پھر یہ تاریخیں کہاں سے ملیں اللہ مسلمانوں کو گمراہی سے نکالے اہل ایمان کے لئے یوم وفات ہی یادگار ہونا چاہیئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بازگشت

النکاح من سنتی ہر نکاح کرنے والے مسلمان کو یہ حدیث قدسی سنائی جاتی ہے اور اسے سنت پر عمل کرنے کی تلقین کی جاتی ہے پھر مولائی (مولوی) اس میں کامیاب ہونے اور سرخ رو ہونے کی دعا کرتا ہے۔

ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ رسول اللہؐ کو خوشبو اور عورتیں بے حد مرغوب تھیں آپ کی مستقل ازواج ۱۱ تھیں۔ آپ نے اُن کی باری مقرر کردی تھی کسی کی باری ناغہ نہ فرماتے سوائے حضرت سودہؓ کے انہوں نے اپنی باری ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو دیدی تھی وغیرہ۔ طبری کا بیان ہے کہ ان کے علاوہ بھی آپ نے بے شمار نکاح کئے اُس نے تیس پینتیس نام گنائے ہیں۔

ہماری حدیث شریف فرماتی ہے۔ دَوَرَ علیٰ نسایہٖ فی الساعۃ الواحدۃ ومن احدی عشرۃ۔ ترجمہ:۔ آپ ایک ہی وقت میں سب سے فارغ ہو لیتے تھے جبکہ وہ گیارہ تھیں (نعوذ باللہ)

ان باتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم کو شرم آتی ہے مولوی کہتا ہے یہ باتیں رسول کے لئے باعث افتخار ہیں مگر ہم اپنے پیش رو محترم غلام جیلانی برق کی کتاب "دو اسلام" سے اس مضمون پر تھوڑی سی بحث قدرے تصرف کے ساتھ پیش کرنے میں حرج نہیں پاتے۔

۱۔ ۵۲ سال کی عمر تک آپ نے صرف ایک بیوی پر اکتفا کی (سیدہ خدیجہ) یعنی مکہ کے قیام میں آپ کو خوشبو اور خواتین کا کوئی شوق تھا یا۔۔

۲ - مدینہ میں جہاں مکے سے نکالے ہوئے مسلمان آکر جمع ہونے لگے اور ان کے اہل خاندان آکر اُن سے ملنے لگے جن میں اُن کی بیٹیاں اور بہنیں بھی تھیں، جن کی شادیاں نہ ہو سکی تھیں جیسے خود بنات الرسول یا سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ عائشہ صدیقہ جن کی منگنی صرف اس لئے ٹوٹ گئی کہ وہ مسلمان باپ کی بیٹی تھیں اور جبیر بن مطعم ہنوز مسلمان نہیں ہوئے تھے اُن کی جوانیاں ڈھل رہی تھیں - پھر شہدائے بدر کے پس ماندگان کو سمیٹنا اور سہارا دینا تھا پس اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا - اُن کی آبادکاری کرو -

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع -

ترجمہ :- جو تمہیں پسند آئیں اُن میں سے دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو- تا کہ معاشرے میں بے بیاہی لڑکیاں اور بیوائیں نہ پھریں جس سے گندگی پھیلے اور گناہ جنم لے -

چنانچہ آپ نے بھی چار نکاح کر لئے سیدہ اُم سلمہ، اُم حبیبہ، حفصہ و عائشہ رضوان اللہ علیہن - مقصد ان نکاحوں سے تبلیغ دین میں تعاون تھا - سیدہ عائشہ رض نہایت زیرک اور عقلمند تھیں ان میں دین کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت تھی - سیدہ حفصہ لکھنا - پڑھنا جانتی تھیں ان سے تدوین قرآن کا کام لینا تھا - برق صاحب پوچھتے ہیں -

پھر ان خواتین سے کوئی اولاد کیوں نہ ہوئی - کیا سب بانجھ تھیں نہیں ان کے پہلے شوہروں سے اولاد تھی جو آل رسول قرار پائے ان کو مزید اولاد کی ضرورت نہ تھی یا کوئی کہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے رسول کے اولاد نہ ہو سکی تو وہ بھی غلط ہے سیدہ ماریہ قبطیہ سے ابراھیم پیدا ہوئے -

نتیجہ اس بحث کا یہ نکلا کہ مدینہ کے یہ تمام نکاح سیاسی معاشرتی اور معاشی مصالح پر مبنی تھے ان سے جنسی تسکین ہرگز مقصود نہ تھی - وہ ساری خرافات یہودی مورخین و مفسرین کی پھیلائی ہوئی ہے جو ہمارے سلف صالحین کہلاتے ہیں -

برقی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ کوئی خاص مشن لے کر آتے ہیں وہ اُس میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں اور جنسی خواہشات کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اپنے بیوی بچوں کو وادی طویٰ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت عیسیٰ نے شادی کی نہیں کی۔ پھر ہماری تاریخ ہے کمال اتاترک، نپولین۔ ہٹلر حتیٰ کہ ہمارے قائد اعظم جب اپنے عظیم کاموں میں لگ گئے تو تاہل و تزوج کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکے۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی مصروفیتوں کا کیا ٹھکانہ۔ اپنی تاریخ دیکھئے آپ دنیا کا جغرافیہ اور نقشہ بدلنے آئے تھے اور تاریخ بنا گئے۔

سنہ ۱ھ ہجرت کی بے سرو سامانی میں مسجد نبوی تعمیر کروائی۔ متعلقین کے لئے حجرے بنوائے نماز و زکوٰۃ کا قیام۔ درس و تدریس۔ عبادات شب و روز۔

سنہ ۲ھ جنگ بدر۔ سریہ غطفان۔ سریہ ابو سلمہ صرف ۳۱۳ جان نثاروں کے ساتھ

سنہ ۳ھ جنگ احد۔ اسلحہ اور سواریوں کی فراہمی۔ مجروحین کی دیکھ بھال مقتولین کے پس ماندگان کی آباد کاری صرف ۱۰۰۰ صحابہ کے ساتھ۔

سنہ ۴ھ۔ جنگ ابی سلمہ و اُنیس بیر معونہ، بنو قینقاع۔ بنو نضیر وغیرہ

سنہ ۵ھ۔ غزوہ مصطلق۔ غزوہ خندق۔ دومۃ الجندل۔ مرلیسع۔ ذات الرقاع بنو قریظہ کی عہد شکنی۔ منافقین کی شورش۔ تین ہزار اہل ایمان کی مدد سے۔

سنہ ۶ھ صلح حدیبیہ (۱۴۰۰ صحابہ کے ہمراہ) غسان سے جنگ کی تیاری۔ والیان ملک کے پاس سفارتیں روانہ کیں اور دعوت اسلام پیش کی۔

سنہ ۷ھ جنگ خیبر۔ سریہ بشر بن سعد۔ و دیگر سرایہ۔

سنہ ۸ھ۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین، جنگ اوطاس، جنگ طائف، سریہ موتی ۱۰ ہزار صحابہ کے ساتھ۔

سنہ ۹-۱۰ھ جنگ تبوک۔ سلطنت اسلامیہ کی حدبندی۔ عمال کا تقرر۔ منصب قضاۃ کا اجراء، بیت المال کا قیام، ادائے حجۃ الوداع ایک لاکھ صحابہ کرام کے ساتھ۔

سنہ ۱۱ھ۔ آفتاب رسالت غروب ہو گیا۔

ایسے مصروف دس برسوں کے اشغال و اعمال کا اندازہ لگائیے اور اُس ذاتِ گرامی کی ہمت و استقلال دیکھئے جس نے یثرب کی چھوٹی سی بستی کی حدود ۹ ,لاکھ ستائیس ہزار مربع میل وسیع کر دیں جسے دین و دنیا کی فکروں سے فرصت نہ تھی ہمارا مولوی کہتا ہے آپ کو خوشبو اور عورتیں بے حد مرغوب تھیں اور یہی باتیں سال بہ سال عید میلاد برپا کر کے سناتا ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہے اللہ مسلمانوں پر رحم کرے۔

والسلام

بحمدہٖ تعالےٰ

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اقبالؔ

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دادا - عبدالمطلب   والد - عبداللہ

۹ چچا تایا - حارث - زبیر - عبدمناف - عبدالعزیٰ - حجل - مقوم - ضرار - عباس - حمزہ

۶ پھوپھیاں اروٰی - بیضا - عاتکہ - برّہ - امیمہ - صفیہؓ

اہم افراد خاندان

زبیر	عبدمناف	عبدالعزیٰ	عبداللہ	عباس	حمزہ
طاہر، عبداللہ	طالب، عقیل، جعفر، علی	عتبہ، عتیبہ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	جد عباسیہ	ایک لڑکی

۵ بیٹے قاسم - طاہر - طیّب - عبداللہ (ابراہیم) کمسن فوت ہوئے

۴ بیٹیاں	زینب	رقیہ	فاطمہؓ	ام کلثوم
۴ داماد	ابوالعاص	عثمان	علی	عثمان
۴ نواسے	علی	عبداللہؓ	حسن حسینؓ	×
۴ نواسیاں	امامہ	-	ام کلثوم، زینب	رقیہ

ازواج مطہرات خدیجہ - سودا - عائشہ - حفصہ - جویریہ - ام حبیبہ - میمونہ - ام سلمہ
زینب - صفیہ - ماریہ قبطیہ وغیرہ رضی اللہ عنہن

خدام وموالی زیدبن حارثہ - ابورافع - انس - اُسامہ - سلمان فارسی وغیرہ

ان ۳۵ - ۴۰ ذوات مقدسہ میں سے صرف پانچ کو اہل بیت کہنا سبائیت ہے یا مجوسیت خود سوچئے آپ کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئی۔ سوائے ابراہیم کے۔

عبداللہؓ بن عثمان نے ۷۵ سال کی عمر پائی۔ ان کی اولاد کشمیر، پنجاب، یوپی اور افریقہ میں آباد ہے۔ ہماری تاریخ نے ان کو سکینہ کی طرح ۷ سال میں مار ڈالا۔ دیکھئے ہماری کتاب "حیات سیدہ سکینہ" اور حکیم فیض عالم کی کتاب "سادات بنو رقیہ"۔